اسلامی روایات اور ان کا تحفظ

مقالہ دوئم

تیسرا باب

پروفیسر سید جمیل صاحب واسطی ایم۔اے (کینٹب) وائس پرنسپل سندھ مدرسہ کالج کراچی

سلسلہ کیلئے دیکھئے برہان ماہ جون ۱۹۴۴ء

جیسا کہ پچھلے دو بابوں میں عرض کیا جاچکا ہے اسلام کے دنیوی تنزل کا باعث مسلمانوں کا دنیوی طاقت کے عناصر سے عدم توجہی تھا۔ اگر مسلمان اپنے علم اور اپنی اقتصادی زندگی کو اس طرح منظم کرتے کہ وہ دنیا کی اعلیٰ ترین صنعتی قوم رہتے تو ان کی دنیوی طاقت آج تک تنزل پذیر نہ ہوتی۔ تمام دنیوی طاقت کے لئے تاریخ میں یہ شرط لازمی ہے۔ افسوس ہے کہ بجائے اس کے کہ مسلمان اس دنیوی ہزیمت کو دنیاوی قوت کے عناصر کی کمزوری پر محمول کرتے اسلام میں مہدی کی ضرورت، سوٹ ہیٹ اور بے پردگی کی ضرورت اور دیگر عناصرِ تہذیب و تمدن کی فرضی کمزوری پر محمول کرنے لگے۔ اور ہر وہ چیز جس میں مسلمان فاتح اقوام سے مختلف تھے انھیں اپنی کمزوری کا باعث نظر آنے لگی اور اس غلط تشریح اور منطقی غلطی کے ماتحت جس کا مفصل ذکر پچھلے بابوں میں ہو چکا ہے۔ مسلمانوں نے مغربی عناصرِ تہذیب و تمدن کے اختیار کرنے میں اس دنیوی عظمت کی جستجو کی جو صرف دنیوی قوت کے عناصر کے حصول سے حاصل ہو سکتی تھی۔

اس باب اور آئندہ بابوں میں میرا مقصد ان غلط فہمیوں کا بیان کرنا ہے جو تمدن اسلامی کے متعلق مذکورہ بالا تشریحی غلطیوں کی وجہ سے پیدا ہوئیں۔

ہماری دنیوی ہزیمت کے بعد سب سے بڑی غلط فہمی جو اسلامی تمدن کے متعلق پیدا ہوئی وہ اسلامی دنیا کی عورتوں سے روایتی سلوک کے متعلق تھی۔ مسلمانوں کی کم علمی کا احساس رکھتے ہوئے اور علیسویت کی تبلیغی کوشش کی امداد کی نیت سے مغربی مصنفین نے اسلام کے متعلق اس قسم کی غلط فہمیوں کے پھیلانے میں بڑا حصہ لیا ہے۔ تشریح کی آسانی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس مضمون کو دو حصص میں منقسم کر دینا مناسب ہوگا۔ اول پردہ۔ دوئم کثیر الازدواجی۔ یہ دونو مضامین درحقیقت واحد مضمون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مطلب کو بالکل واضح کرنے کے لئے ان مضامین میں "کثیر الازدواجی" سے ایک مرد کے کئی عورتوں سے جنسی تعلقات کا مطلب لیا جائے گا۔ اور ایک عورت کے کئی مردوں سے تعلقاتِ جنسی کے لئے "پولی اینڈری" کی مغربی اصطلاح استعمال کی جائے گی۔

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے موجودہ زمانے میں ہماری سوسائٹی کا پردہ کو چھوڑنے کی طرف میلان اسلامی دنیا کی عظیم الشان ہزیمتوں کے بعد عناصرِ قوت کی غلط تشریح کے باعث شروع ہوا ہے موجودہ حالات میں حکمرانوں کی نقل کی طرف میلان چنداں حیرت انگیز واقعہ نہیں۔ اسلامی حکومت کے اثر سے شمالی ہندوستان میں کئی غیر مسلم خاندانوں نے بھی پردہ شروع کر دیا تھا جو آج تک کئی اعلیٰ ہندو گھرانوں میں قائم ہے۔ اندلسی خلافت کے زمانہ میں ہسپانوی عیسائی عربی لباس پہنتے تھے اور ہسپانوی سفید رو عورتیں سیہ غازہ استعمال کرتی تھیں تاکہ ان کے چہروں کا رنگ بھی حکمران عربوں کی عورتوں کے چہروں کے رنگ کی طرح خوشنما ہو۔ اس نقل کے پیچھے حکمرانوں کی معاشرتی برابری مقصود ہوتی ہے۔ اگر موجودہ حکمران اقوام میں پردہ کا رواج ہوتا تو مسلمان پردہ چھوڑنے کی طرف ہرگز مائل نہ ہوتے اور وہ دلائل جو آج پردہ کے خلاف محض محکومانہ نقل کو باعزت بنانے کے لئے سوجھ رہے ہیں شاید خیال میں بھی نہ آتے۔ صدیوں مسلمان سلطنتوں میں محکوم بے پردہ اقوام آباد رہیں لیکن اس وقت مسلمانوں کو پردہ کے خلاف شدید مخالفت کی ضرورت محسوس نہ ہوئی اور اگر عورتوں کی قید یعنی پردہ مسلمانوں کے موجودہ تنزل کا باعث ہے تو انھوں نے بے پردہ قوموں کو ایک ہزار سال سے

زیادہ مدت تک کس طرح محکوم و مجبور بنائے رکھا؟

تیرہ سو سال تک مسلمان دنیا کی تاریخ سازی میں یورپ کے مدمقابل رہے ہیں۔ اگر موجودہ فاتح یورپ کے انتقام سے دیکھتے ہوئے دل میں ہماری تہذیب کی جانب غصہ و حقارت کا جذبہ ہو تو یہ باعثِ تعجب نہیں۔ دنیا میں کامیابی اعلیٰ ترین دلیل سمجھی جاتی ہے۔ مغلوب موردِ حقارت ہوا ہی کرتے ہیں۔ یہ حقارت جو ہماری روایات کے متعلق ظاہر کی جاتی ہے ہمارے موجودہ سیاسی حالات کا نتیجہ ہے اور ان مذاہب کا ہتھیار ہے جو اسلام کی وسیع دنیا کو اپنی مادی و روحانی وراثت بنانے کی امید رکھتے ہیں۔ اظہارِ حقارت کو دوستانہ مشورہ خیال کرنا قومی خودکشی کے مترادف ہوتا ہے اسلام کے متعلق صریح غلط بیانیوں سے لبریز پروپاغندہ یورپ کے ہر گوشے میں پھیلا ہوا ہے ہمارے رسول مقبول ہماری شریعت ہمارے لباس و رسوم تک کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے ہم یورپ کی حقارت کو دلیل بنا کر آخر کس کس روایت کو ترک کر دیں گے؟ یہ فاتحین کا دستور ہے کہ وہ محکوم اقوام کی معاشرت تہذیب و تمدن کا مذاق اڑائیں۔ لیکن مفتوحین کا فرض ہے کہ وہ اپنے دماغی توازن کو سنبھالے رکھیں۔ اگر اپنے مذہب و معاشرت کے خلاف اظہارِ حقارت کرنے میں ہم بھی حریفوں کے ساتھ شامل ہو جائیں گے تو کسی دن ہماری قوم کا نام دنیا سے محو ہو جائے گا۔

غالباً اس جگہ یہ بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ نکاح جائداد اور زندگی کے دیگر معاملات میں اسلام نے عورت کو اسوقت سے حقوق عطا کئے ہوئے ہیں جبکہ دوسرے مذاہب میں عورت کا درجہ غلام سے بدتر تھا۔ اسلام میں عورت مرد کی ملکیت نہیں ہے۔ مسلمان عورت اپنے خاوند کی طرح خدائے واحد کی عبادت کرتی ہے اس کو خاوند کو خدا سمجھ کر پوجنے کا حکم نہیں ہے جیسا کہ دوسرے مذاہب میں ہے نہ اسکو خاوند کی موت پر زندہ آگ میں جلا کر ستی کرنا اسلام میں جائز ہے۔ اس کو مرد کی طرح اقتصادی و معاشرتی و مذہبی و روحانی حقوق حاصل ہیں انگلستان میں عورت کو جائداد رکھنے کا حق صرف پچھلی صدی میں حاصل ہوا ہے۔

یونان، شام، ایران و عرب میں اسلام سے قبل بھی پردے کا رواج تھا۔ ایرانی حرم میں تو "پردہ اس قدر شدت سے تھا کہ نرگس کے پھول بھی محل کے اندر نہیں جا سکتے تھے۔ کیونکہ نرگس کی آنکھ مشہور ہے۔"

اسلام سے پہلے بھی جہاں جہاں عورت کی عصمت و پاکیزگی کی حفاظت کی ضرورت محسوس ہوئی پردہ کے اصولوں کو عمل میں لایا گیا۔ لیکن اسلام سے پہلے عورت کی پاکیزگی کچھ ایسی عام معاشرتی خصوصیت نہ تھی۔ یہ پردہ محض اس لئے رائج نہیں کیا گیا تھا کہ حوا کی بیٹی کو اس کی ماں کے گناہ کی سزا دی جائے۔ اسلام اجازت دیتا ہے کہ عورت اپنی عصمت کی حفاظت کے لئے اپنے چہرے کو چھپا لے۔ پردہ محض ذریعہ ہے مقصد عصمت کی حفاظت ہے۔ اگر کوئی عورت اپنا منہ ڈھانپنا چاہے تو اس کو پوری آزادی ہونی چاہئے کہ وہ ڈھانپ لے۔ اس پر دوسری اقوام یا مسلمانوں کو مضطرب ہونے کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔

اگر عصمت کوئی قابلِ قدر صفت نہیں ہے تو اس کی حفاظت بے معنی ہے لیکن اگر عصمت واقعی ایسی صفت ہے کہ اس کی قدر کی جائے تو مناسب ہوگا کہ ہم ایسی اقوام کے جنسی حالات کا مطالعہ کریں جو پردہ نہیں کرتیں اور دیکھیں کہ بے پردگی میں عصمت کہاں تک محفوظ ہے علمی تشریح کو محض جذباتی بیان پر ہمیشہ ترجیح دینی چاہئے۔

صرف انگلستان میں ناجائز اولاد کی پیدائش تیس ہزار فی سال ہے۔ اگر ویلز سکاٹ لینڈ شمالی آئرلینڈ و جزائر کو بھی شامل کر دیا جائے تو تعداد قریباً ساٹھ ہزار ہوگی۔ اس ضمن میں حسب ذیل امور قابلِ غور ہیں:-

(۱) ہر جنسی تعلق بچہ کی ولادت پر منتج نہیں ہوتا۔ کئی دفعہ نصف صدی کی ازدواجی زندگی میں صرف چار پانچ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ امریکہ میں تیرہ فیصدی شادی شدہ جوڑے بے اولاد ہوتے ہیں۔ فطرت میں تضیع تخم بہت زیادہ ہے۔ لیکن باوجود اس کے جب ناجائز اولاد کی مندرجہ بالا تعداد سرکاری کتب میں درج ہوتی ہے تو آپ اس سے ناجائز تعلقات کی تعداد

کا کچھ اندازہ لگا سکتے ہیں۔

(۲) ناجائز اولاد کو روکنے کے لئے آلاتِ مانع الحمل لاکھوں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں ہر سال استعمال ہوتے ہیں۔

(۳) شادی شدہ عورت کی اولاد ہمیشہ خاوند کی اولاد سمجھی جاتی ہے اور ناجائز شمار نہیں ہوتی لہٰذا ناجائز اولاد کی مندرجہ بالا تعداد غیر شادی شدہ و کنواری عورتوں کی اولاد ہے۔

(۴) کئی بچے پیدائش سے پہلے ہی ہلاک کردئے جاتے ہیں اور بقول کارساندرس (دنیا کی آبادی مطبوعہ اوکسفورڈ) یہ عمل انگلستان اور جرمنی میں بہت عام ہے۔

جب مندرجہ بالا چار باتوں کے باوجود انگلستان کے محکمہ پبلک ہیلتھ کے سرکاری کاغذوں میں ساٹھ ہزار ناجائز بچے ہر سال درج ہوتے ہیں تو ظاہر ہے کہ یورپ کی معاشرت میں جنسی اخلاق کی کیا حالت ہے۔ ظاہر ہے کہ یورپ کے جنسی تعلقات میں وہ سادگی نہیں جو شادی کو پردہ کی امداد سے حاصل ہوتی ہے۔ یورپ میں جنسی تعلقات کی پیچیدگی جو مندرجہ بالا حالات سے ظاہر ہے کثیر الازدواجی اور پولی اینڈری دونوں ہی قسم کے جنسی تعلقات بیک وقت پیدا کردیتی ہے گو قانون اور مذہب کے خوف سے ظاہریت میں آبادی صرف شادی شدہ جوڑوں اور غیر شادی شدہ انسانوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ان حالات میں قریباً ہر مغربی عورت جھوٹ اور منافقت کی زندگی گذارنے پر مجبور ہوتی ہے۔ اوران حالات میں مغربی مصنفین کا پردہ واسلام کی محدود کثیر الازدواجی پر زہر اگلنا اور اپنے ممالک کی معاشرتی حالت کو عمداً نظر انداز کرنا مسلمانوں کو جان بوجھکر بے وقوف بنانے کے مترادف ہے۔

یہ بھی غلط ہے کہ ان معاملات میں مشرق ومغرب کے عقیدے میں فرق ہے عیسائیت مرد اور عورت کی عصمت پر قریباً اتنا ہی زور دیتی ہے جتنا کہ اسلام۔ مغرب کے لاکھوں کلیساؤں میں عیسائیت کی لاکھوں مجلسوں میں جنسی پاکیزگی کی تلقین ہوتی ہے۔ خدمتِ خلق کی انجمنیں، سکول، یونیورسٹیاں، حکومتیں سب اس امر کی ضرورت پبلک کو یاد دلاتی رہتی ہیں کیونکہ ایک قوم کی

دنیوی وروحانی فلاح وبہبودی کے لئے ایماندارانہ شادی۔ ازدواجی وفاداری اور جنسی ضبط نہایت ضروری امور ہیں اور مغربی لوگ ان اصولوں کی قدر وقیمت سے آشنا ہیں لیکن وہ اپنے آپ کو پردہ پر آمادہ نہیں کر سکتے۔ اور چونکہ یہ ان کے پرانے فاتحین مسلمانوں کی روایت ہے لہذا قابلِ نفرین وحقارت ہے۔

ڈاکٹر برگ ڈورفر کی تحقیقات کے مطابق برلن میں دانستہ اسقاط الحمل کی تعداد اور جائز وناجائز پیدائش میں اکیس تین اور سو کی نسبت ہے۔ ڈاکٹر لاوری اپنی کتاب ہر سیلف (مطبوعہ فارس اینڈ کمپنی) میں قبل از پیدائش بچوں کے قتل کی تعداد ریاستہائے متحدہ امریکہ میں پندرہ لاکھ فی سال بتاتی ہیں باوجود اسکے کہ ڈاکٹر ریمنڈ پرل کے اعداد شمار کے مطابق آلات مانع الحمل کا استعمال اسی ملک کی سفید عورتوں کے غریب طبقوں کے ۷ر۳۲ فیصدی سے بڑھکر متمول طبقوں میں ۳ر۸۷ تک پہنچ جاتا ہے۔ پیرس کی سوربون یونیورسٹی کے فاضل پروفیسر ڈاکٹر لاکاسائن کے حساب سے فرانس میں ہر سال ساڑھے آٹھ لاکھ (۸۵۰۰۰۰) جائز وناجائز پیدائشوں کے مقابلے میں پانچ لاکھ بچے مجرمانہ اسقاط الحمل (Criminal abortion.) سے ضائع کئے جاتے ہیں۔ برٹش میڈیکل ایسوسی ایشن کی اس کمیٹی نے جو ان معاملات کی تفتیش کے لئے قائم کی گئی تھی ۱۹۳۶ء میں اپنی رپورٹ مرتب کی ہے جس میں یہ تسلیم کیا ہے کہ تمام جائز وناجائز پیدائشوں کی تعداد کے قریباً بیس فیصدی کے برابر تعداد کو مجرمانہ اسقاط الحمل سے برباد کر دیا جاتا ہے۔ ناروے وسویڈن کے صحت کے محکموں کی کمیٹیاں قریباً انہی نتائج پر پہنچی ہیں۔ ڈاکٹر اڈین نے سویڈن میں اس قسم کے معاملات پر تفتیش کر کے دریافت کیا کہ ۱۹۳۰ء میں سویڈن میں جائز وناجائز پیدائشیں ۹۴۲۲۰ تھیں اور اسقاط الحمل کی تعداد جو اکثر مجرمانہ تھا ۱۰۴۴۵ تھی۔ سویڈن کے ڈاکٹر ڈالبرگ کا خیال ہے کہ لوگ عام طور پر ناجائز اولاد کی ایک تہائی کو اسقاط الحمل کے ذریعے ضائع کر دیتے ہیں۔

غرض یورپ میں شادی ایک کامیاب ادارہ نہیں ہے اور اپنے مقاصد یعنی عورت اور

۵۱ Carr Saunders: The world Population.

مرد کو تمام عمر آپس میں وفادار رکھنے اور غیر شادی شدہ عورت کی عصمت کو محفوظ رکھنے میں کامیاب نہیں ہوئی۔ بلکہ شادی کی تقدیس اور عصمت کی منافقت کو قائم رکھنے کے لئے لاکھوں بے گناہ بچے مجرمانہ اسقاط الحمل کے ذریعے ہر سال ضائع کردیے جاتے ہیں باوجود اس کے کہ آلات مانع الحمل بھی بکثرت مستعمل ہوتے ہیں۔ یورپ کی آبادی کے بتدریج تنزل کی ایک وجہ یہ جنسی حالات بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قومی آبادی کو گھٹتا ہوا دیکھکر کئی یورپی سیاستدان شادی اور عصمت کے متعلق قومی رویہ کو روس کی طرح بالکل تبدیل کردینے کے حق میں ہیں۔ باوجود مذہبی ہدایت اور سیاسی و قومی ضرورت کے یورپ میں پردے کے بغیر شادی کی تقدیس اور عصمت محفوظ نہیں جو حضرات پردہ کے مخالف ہیں ان کے لئے یہ مناسب ہے کہ وہ یورپ کے جنسی حالات کی علمی تفتیش کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچیں۔ روایات کی یاد شاید ایک نسل کو نیک اور شریف رکھے۔ لیکن دوسری تیسری نسل میں یہی یورپی حالات ہماری معاشرت کا دائمی حصہ بن جائیں گے۔ اسلام کوئی جادو منتر نہیں ہے کہ بلا محکم یقین اور مناسب عمل کے اخلاقی بلندی کا ضامن رہے۔ جن ممالک نے موجودہ زمانے میں پردہ ترک کیا ہے ان کی اخلاقی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ ایران میں عورت سے پردہ کر سکنے کی آزادی قانوناً چھن چکی ہے۔ نتیجہ یہ کہ جو خرابیاں پہلے آبادی کے ایک حصے تک مخصوص تھیں اب عام اور قومی بن چکی ہیں۔

پردے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ پردے کی صورت میں آزاد محبت کی اجازت نہیں ہوتی۔ مندرجہ بالا ناجائز اولاد اور مجرمانہ اسقاط الحمل کے اعداد و شمار اسی آزاد محبت کا نتیجہ ہیں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ حالات پہلے سے زیادہ خراب ہوگئے ہیں۔ لیکن ناجائز اولاد کے ان اعداد و شمار سے جو سیرلڈ کاکس نے اپنی کتاب "پرابلم آف پاپولیشن" یعنی "مسئلہ آبادی" میں درج کئے ہیں۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تعداد صرف انگلستان میں پچھلی صدی کے آخری نصف حصے میں تقریباً چھیالیس ہزار فی سال تھی یعنی تمام برطانیہ میں کوئی نوے ہزار ہوگی۔ اس بڑی تعداد کی کچھ وجہ یہ بھی نظر آتی ہے کہ اسوقت عیسائی مذہب کی زبردست مخالفت کی وجہ سے طلاق کا اسلامی قانون انگلستان میں

ابھی نافذ نہیں ہوا تھا۔

مندرجہ بالا حالات سے ظاہر ہے کہ مغرب میں عورت پردہ کی پابندیوں سے آزاد ضرور ہے مگر خوش نہیں ہے۔ اس کو جنسی تعلقات میں وہ استقلال نصیب نہیں ہے جو مسلمان پردہ دار بیوی خاوند کے دل پر اعتبار جما کر حاصل کر لیتی ہے۔ مغربی معاشرت میں پردہ نہ رائج ہونے کی وجہ سے عورت سوسائٹی میں نمائش کی غرض سے انتخاب کی جاتی ہے۔ حسنِ اخلاق و سیرت ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ نیز شادی کے بعد بھی بے پردہ سوسائٹی میں عورت کا مقابلہ عورت سے اور مرد کا مقابلہ مرد سے قائم رہتا ہے۔ ہر شکل و صورت کے مرد و عورت کو جو اطمینان اور خوشی کی زندگی بسر کرنے کے امکانات اسلامی معاشرت میں پردہ کی وجہ سے حاصل ہیں شاید کسی اور معاشرت میں میسر نہیں۔

یہ چنداں حیرت کی بات نہیں ہے کہ دنیا میں کسی قوم میں اتنی کامیاب شادیاں نہیں ہوتیں جتنی کہ مسلمانوں میں کیونکہ مسلمانوں کی پردہ دار معاشرت میں جنسی محبت اسلامی نکاح کے مقدس ماحول میں شروع ہوتی ہے یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ یہ بات محض جذباتی تعصب نہیں غالباً یہ بیان کر دینا غیر مناسب نہ ہوگا کہ اخباری بیانات کے مطابق انگلستان میں ہر وقت پندرہ ہزار سے پچیس ہزار تک طلاق کے مقدمات عدالتوں میں معلق رہتے ہیں اور ان میں سے اکثر مقدمات خاوند اور بیوی کی جنسی بے وفائی پر دائر کئے جاتے ہیں۔

جج لنڈسے کی کتاب "ریوولٹ آف ماڈرن یوتھ" یعنی "بغاوتِ شباب" کے مطابق ہر سال امریکہ میں اتنی ہی طلاقیں ہوتی ہیں جتنی شادیاں۔ اور یہ ان لاکھوں "علیحدگیوں" کے علاوہ ہیں جو قانونی صورت اختیار نہیں کرتیں۔ ظاہر ہے کہ آزاد عشقیہ شادیاں ازدواجی وفاداری، محبت اور استقلال کی ضامن نہیں بن سکتیں۔ جب حُسن یا جذبۂ عشق وفاداری کی بنیاد بن جائے تو حُسن کے تغیر یا جذبۂ عشق کے بدل جانے کے بعد وفاداری کی کوئی اور وجہ باقی نہیں رہتی۔ ہر انسان کا عشق کے قابل ہونا محض جذباتی گفتگو ہے اور دائمی عشق بہت نادر واقعہ ہے۔ خود ان شعراء

۱۰۸۹

کی زندگیاں جنھوں نے مغربی ادب میں دائمی محبت کے گیتوں اور افسانوں کا اضافہ کیا ہے مختلف عورتوں سے بدعہدی اور دیگر جنسی جرائم کی تاریخیں ہیں۔

نیز بے پردہ معاشرت میں جہاں ایک سوسائٹی کے اندر ہر انسان ایک دوسرے کو دیکھ اور مل سکتا ہے یہ بالکل ناممکن کہ جس کے لئے ایک انسان کے دل میں جذبۂ محبت پیدا ہو وہ کسی دوسرے کے عشق میں گرفتار ہو۔ ان حالات میں عشق محض جنسی بدنظمی کا جواز بن سکتا ہے۔ لہذا شادی کی بقا کے لئے احساسِ فرض اور عورت کی عفت لازم ترین شرائط ہیں اور یہ اسلامی نکاح اور پردے سے مقابلہ کسی اور ذریعے کے بطرزِ احسن پوری ہو سکتی ہیں۔

حریفوں کا اعتراض ہے کہ مسلمان ضمیر پر اعتماد نہیں کرتے محض جبر پر اعتماد کرتے ہیں لیکن دنیا میں کوئی ملک نہیں جس میں قوانینِ تعزیرات اور دوسرے قوانین رائج نہ ہوں۔ مہذب ممالک میں ادنیٰ اشیا کی چوری کے معاملے میں قوانین، پارلیمنٹوں، عدالتوں، سپاہیوں، ہتھکڑیوں، قیدخانوں کی ضرورت محسوس کئے جانے سے صاف عیاں ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی محض ضمیر پر مکمل اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اور انسانی ضمیر قانون و تعزیر کی امداد کا محتاج ہے۔ پردہ ضمیر کی امداد ہے۔ ضمیر کا بدل نہیں۔ جس طرح قتل کے خلاف قوانین کی موجودگی میں تمام قتل بالکل بند نہیں ہو جاتے۔ لیکن اس بہانے سے قتل کے خلاف تمام قوانین کو منسوخ نہیں کیا جا سکتا اسی طرح پردہ کا مکمل سو فیصدی کامیاب نہ ہو سکنا اس کے منسوخ کر دینے کے حق میں دلیل نہیں ہے۔

بے پردہ معاشرت میں مخلوط جنسی تعلقات نہ صرف اخلاقی پہلو رکھتے ہیں بلکہ نسلِ انسانی کے لئے دیگر قبیح اثرات بھی پیدا کرتے ہیں۔ امریکہ کے ڈاکٹر بیکر ریاستہائے متحدہ امریکہ میں آتشک زدہ لوگوں کی تعداد تین کروڑ بتاتے ہیں۔ ڈاکٹر ٹامس باران کے مطابق اس میں سے صرف پچیس فیصدی مرض پیشہ ور عورتوں کی وجہ سے پھیلا ہوا ہے باقی پچھتر فیصدی مرض کی ذمہ دار نام نہاد شریف خواتین ہیں۔

"مین ہڈ اینڈ میرج" یعنی شباب و شادی" (مصنفہ میک فیڈن امریکہ) میں تیس۳۰ سال کی

عمر کے مردوں میں سے پچھتر اور نوے فیصدی کے درمیان تعداد اس مرض کا شکار بتائی گئی ہے اسی مستند کتاب میں ریاستہائے متحدہ امریکہ میں تمام امراض پوشیدہ کے مریضوں کی تعداد کل آبادی کا نوے فیصدی درج ہے۔

ڈاکٹر ولیم سن کے مطابق انگلستان کی نصف آبادی اسی قسم کے امراضِ قبیحہ کا شکار ہے۔ فرانس میں پانچ لاکھ بچے ایک سال کی عمر کے اندر اندر اس لئے ضائع ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے والدین جنسی امراضِ قبیحہ کے مریض تھے" مائن کامف" میں ہر ہٹلر جرمن نسل کی اس غارتگری کی طرف دردناک اشارات کرتا ہے جو بداخلاقی اور امراضِ جنسی کے ہاتھوں ہو رہی ہے۔

ظاہر ہے کہ امریکہ اور یورپ کے مصنفین و مبلغین عام طور پر اپنے ممالک کے حالات سے بخوبی واقف ہوتے ہیں جب مسلمانوں کو پردہ کے متعلق شرمسار کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کا مقصد محض خدمت و دوستی نہیں ہو سکتا۔ اگر مسلمان اپنی روایتی اخلاقی پاکیزگی اور جنسی صحت کو قائم رکھنا چاہتے ہیں تو ان کے لئے پردہ سے شرمانے کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ بے پردہ سوسائٹی کو پردہ کے محاسن سے آگاہ کرنا بہترین خدمتِ خلق ہے۔ فضول غیر علمی بحثوں کی بجائے اصل حالات کے صحیح مطالعہ سے ہی ہم درست نتائج پر پہنچ سکتے ہیں۔ محض جذبات تمام بحث میں قدرِ مشترک کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور مسئلہ کے دونوں پہلوؤں کو اپنی حدّت سے منور کر سکتے ہیں۔

چند حضرات نے ایک نئی اصطلاح "اسلامی پردہ" ایجاد کی ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ اگر عورتیں ہاتھ اور منہ ننگا رکھیں تو اسے بھی "پردہ" تصور کر لینا چاہئے۔ جس آیت سے یہ جواز حاصل کیا جاتا ہے اس میں محرم و نامحرم کی تخصیص نہیں ہے۔ یعنی محرموں کے سامنے بھی اس سے زیادہ حصۂ جسم ننگا کرنا مناسب نہیں۔ یہ اشارہ اس پردہ پر نہیں ہے جو صرف نامحرموں سے واجب ہے، اور آنکھیں نیچے رکھنے کی تعمیل عورت پر پردہ کے اندر بھی واجب ہے۔ مناسب یہی ہے کہ

عورت جب نامحرم مرد سے دوچار ہو تو برقعہ کے اندر بھی آنکھیں نیچی کرلے۔ مگر کیونکہ اس مضمون میں اسلامی روایات کو صرف دلائلِ عقلی و علمی پر ہی مبنی کیا ہے۔ اسلئے[1] اس جگہ یہ عرض کردینا مناسب ہوگا کہ یہ نام نہاد "اسلامی پردہ" چنداں کارگر ثابت نہیں ہوا۔ یورپ کے اکثر ممالک میں سردی اسقدر رہے کہ تمام عورتیں سوائے چہرے کے باقی جسم کو ڈھانپے رہتی ہیں۔ لیکن متذکرہ بالا اخلاقی گلکاریاں اس قسم کے "اسلامی پردے" کے باوجود ظہور میں آتی ہیں۔

ظاہر ہے کہ لفظ "پردہ" جب تک اپنی تعریف میں چہرہ اور تمام زینتوں کو چھپانا شامل نہ کرے اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوسکتا اور جہانتک مجھے علم ہے گو یہ امر بحث سے قریبی تعلق نہیں رکھتا۔ تمام اسلامی تاریخ میں حکماء و شرفاء و عوام پردہ میں چہرہ چھپانے کو شامل سمجھتے رہے ہیں۔ اگر جنگِ حدیبیہ میں مسلمان عورتوں نے بے پردہ ہوکر کفار کا مقابلہ کیا اور ان کو شکست دی تو یہ پردہ ترک کرنے کا جواز نہیں کیونکہ جنگ میں تو قتل کرنا بھی جائز ہوتا ہے۔

پردہ کے متعلق جو بحث اوپر گذر چکی ہے اس سے ظاہر ہے کہ سوال پردہ یا بے پردگی کا نہیں بلکہ پردہ یا زنا کا ہے۔ اور زنا قرآنِ کریم کے ممنوعات میں سے ہونے کے علاوہ انسانوں کو اخلاقی و جسمانی لعنتوں کا شکار بناتا ہے۔ اور نسلِ انسانی کا قاطع ہے۔ آبادی کے بڑھنے کے جو اعداد و شمار اکٹھے کئے گئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ بے پردہ نسلوں کی آبادی دن بدن کم ہورہی ہے۔ اگرچہ اس مسئلہ کو اقتصادی تغیرات پیچیدہ بنادیتے ہیں پھر بھی عام طور پر یہ امر قابلِ ثبوت ہے۔

جو اعداد و شمار میں ذیل میں بیان کررہا ہوں یہ کارسانڈرس کی کتاب "ولڈ پاپولیشن" یعنی "آبادیٔ دنیا" (مطبوعہ اوکسفورڈ) سے ماخوذ ہیں:۔

[1] اس مسئلہ پر قرآن کریم و حدیثِ نبوی کے احکام کیلئے حضرت الحاج مولانا کریم بخش صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور کی کتاب "کشف النقاب عن مسئلۃ الحجاب" جو اردو میں ہے مطالعہ فرمائیں فاضل مصنف سے مل سکتی ہے۔

ملک	سنہ ۱۹۳۵ء میں موجودہ آبادی	آئندہ آبادی	کس فاضل کا اندازہ ہے
برطانیہ	۴۰ ملین	سنہ ۲۰۳۵ میں صرف ۱۹ ملین رہ جائے گی	چارلس
سکاٹ لینڈ	۴ ملین	سنہ ۲۰۳۵ء میں قریباً ایک ملین رہ جائے گی	چارلس
فرانس	۴۱ ملین	سنہ ۱۹۷۵ء میں صرف ۳۰ ملین رہ جائے گی	سووے
جرمنی	۶۵ ملین	سنہ ۲۰۰۰ء میں صرف ۴۶ ملین رہ جائے گی	کاہن لمبلبورگ ڈارفر

اسی طرح دوسرے یورپی ممالک میں بھی جنسی آزادی کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ آبادی کی ترقی میں کمی واقع ہو رہی ہے۔ اس کے مقابلہ میں اسلامی ممالک کی آبادی ترقی پر ہے۔ سنہ ۱۹۲۱ء اور سنہ ۱۹۳۱ء کے درمیان ہندوستانی مسلمانوں کی تعداد میں ایک کروڑ کا اضافہ ہوا ہے الجیریا میں مسلمان اس صدی کے شروع میں صرف تیس لاکھ تھے اب ساٹھ لاکھ ہیں۔ یہی حال دیگر اسلامی ممالک کا ہے۔ ترکی اور ایران میں بے پردگی ابھی بہت نیا واقعہ ہے۔ بے پردگی کے یورپی اثرات کے واضح ہونے کے لئے ایک صدی یا کم از کم تین نسلوں کا گذرنا ضروری ہے یہ سب ترقی باوجود اس امر کے ہے کہ مسلمان صنعتی ترقی میں بہت کم حصہ لے رہے ہیں۔ نیز اسلامی آبادی میں جو ترقی ہوئی ہے وہ ایسے انسانوں پر مشتمل ہے جو پردہ کی پابندیوں کو قبول کرنے کی وجہ سے جنسی صحت و اخلاق کے لحاظ سے باقی تمام اقوامِ عالم سے بہتر ہیں۔ اور یہی امر اسلامی آبادی کی آئندہ ترقی کا ضامن ہے۔ اگر مسلمان پردہ کے پابند رہے اور جنسی اخلاق میں سخت مضبوط رہے اور اس کے ساتھ صنعتی ترقی کی جانب متوجہ ہو گئے تو ممکن ہے کہ محض آبادی کی ترقی ہی ان کو دنیا کی قیصریتوں کا وارث بنا دے۔

ایک اور غلط فہمی جو پردہ کے متعلق ظاہر کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ پردہ عورت کو مجلسی زندگی سے محروم کر دیتا ہے۔ اس جگہ غالباً یہ بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ پردہ عورت کو مرد سے ہوتا ہے نہ کہ عورتوں سے۔ دنیا کی نصف آبادی عورتوں کی ہے جن سے عورت کو پردہ نہیں ہوتا عورت اس نصف دنیا سے مجلسی و معاشرتی تعلقات بلا کسی رکاوٹ کے رکھ سکتی ہے۔ عورت کو

عورتوں سے تعلقات میں حسنِ اخلاق وسلیقہ کی اتنی ہی ضرورت ہوتی ہے جتنی مردوں کو آپس کی ملاقات میں۔ رفاقتِ محبت اور خدمت کی خواہشات بھی عورتوں کی نصف دنیا میں پوری ہوسکتی ہیں۔ لیکن اگر کوئی عورت نصف دنیا سے ملنے کی آزادی کو غلامی تصور کرے اور اس کی زندگی کا مجلسی پروگرام خاوند کے دوستوں اور ملاقاتیوں کے ساتھ اختلاط کے بغیر پورا نہ ہوسکے اور اگر کوئی عورت عورتوں کی نصف دنیا میں دوستی اور محبت پیدا کرسکنے پر قانع نہ ہو اور اپنی نسوانیت کو چند مردوں کی ملاقات وخوشنودی حاصل کئے بغیر ضائع ہوتا ہوا خیال کرے تو اس عورت کے مقاصد کو محض مجلسی سمجھنا اسکو اور اپنے آپ کو دھوکا دینا ہے۔

پردہ کے مخالف حضرات پردہ کو چند غیر فطری عیوب کا باعث گردانتے ہیں ان حضرات سے غالباً یہ درخواست بیجا نہ ہوگی کہ محض قالبینی منطق آرائی کی بجائے وہ یورپ کی معاشرت میں بھی ان عیوب کا مطالعہ کریں۔ پولیس کے کاغذات انھیں حیرت میں ڈال دینگے اور مناسب علمی تفتیش کے بعد بے پردہ معاشرت کے متعلق ان کا غلط حسنِ ظن باقی نہ رہیگا۔

بعض مخالفین کا خیال ہے کہ موجودہ پردہ اس لئے ناجائز ہے کیونکہ عرب میں اس قسم کے پردہ کا رواج نہ تھا۔ آج کل بھی ہمارے ان دیہات میں جہاں کی معاشرت اب تک قدیم عربی معاشرت کے مشابہ ہے پردہ عربی پردہ کی طرح ہے۔ لیکن شہروں میں آبادی۔ دولت۔ منظم بداخلاقی اور معاشرتی منافقت کی وجہ سے ایسے حالات پیدا ہوگئے ہیں کہ ان حالات میں پردہ اسی صورت میں کامیاب ہوسکتا ہے جس صورت میں کہ اس وقت شہروں میں موجود ہے یہ شہری پردہ عربی دیہاتی پردہ کی ہی ترقی یافتہ صورت ہے جسے شہروں کے اخلاقی حالات کے مطابق کسی قدر بدل گیا ہے اور یہ پردہ عربی اسلامی مدنی پردہ کی روایت ہے جس میں چنداں تغیر نہیں ہوا۔

تمام دنیا کے مسلمان یورپی اقوام کی سیاسی کامیابی سے اتنے مرعوب ہوچکے ہیں کہ وہ یہ سمجھے بغیر کہ ان کے لئے یورپ کی مسلمہ حقارت کی وجوہات علاوہ مذہبی اختلاف کے

سیاسی وتاریخی ہیں جن کا علاج صرف دنیوی[1] قوت کے عناصر کا حصول ہے۔ پردہ کو چھوڑنے اور یورپی تہذیب کے عناصرِ ظاہری کی تقلید سے یورپ کی نظروں میں یورپ سے برابری حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن ہر تغیر ترقی نہیں ہوتا نہ ہر فرق نقص ہوتا ہے۔ کیا یہ مناسب ہے کہ ہم اپنی کامیاب طرزِ معاشرت کو اس لئے بدل دیں کہ یہ یورپی حکمرانوں کی ناکام طرزِ معاشرت کے مشابہ نہیں ہے۔ یہ زیادہ مناسب ہے کہ ہم یورپ کی بے پردہ معاشرت کے افسوسناک نتائج پر غور کریں اور ان کی درست جنسی حالت کو مسلمان عورتوں کے سامنے رکھ کر فیصلہ ان پر چھوڑ دیں کہ وہ مسئلہ کے کون سے پہلو کو پسند کرتی ہیں۔

کئی حضرات جنسی پابندیوں کے خلاف یہ دلیل دیا کرتے ہیں کہ مغربی ماہرینِ نفسیات کے مطابق جنسی تسکین میں رکاوٹ "نیوروسس" یعنی امراضِ اعصابی پیدا کرتی ہے۔ اس امر کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ شادی اسی وجہ سے جائز کی گئی ہے بلکہ نصف الایمان ہے۔ اور پردہ اور شادی کا باہم ہونا ناممکن نہیں بلکہ پردہ شادی کو استقلال دینے کے علاوہ دوسری معاشرتی جسمانی و روحانی خوبیوں کو بھی ممکن بنا دیتا ہے۔ اس میں انکار نہیں ہو سکتا کہ پردہ شادی سے پہلے جنسی تسکین اور شادی کے بعد جنسی بدنظمی کے راستہ میں حائل ہے اور پردہ دار سوسائٹی میں ہر جگہ اور ہر موقع پر جنسی تسکین ناممکن ہے اور بے پردہ سوسائٹی میں جنسی تعلقات کے مواقع زیادہ آسانی سے اور زیادہ حاصل ہوتے ہیں اور ایسی سوسائٹی ان مغربی ماہرینِ نفسیات کے مطابق زیادہ پسندیدہ ہوتی ہے لیکن وہ جسمانی لعنتیں معاشرتی الم اور قباحتیں جو اس قسم کی جنسی بدنظمی سے رونپذیر ہوتی ہیں پردہ کے حق میں کافی دلیل ہیں۔ تمام یورپی ادب کے اکثر المیہ رومانس اور افسانے صرف ایک بے پردہ سوسائٹی میں واقع ہو سکتے ہیں۔ اگر ادب آئینۂ حیات ہے تو یورپ کی جنسی زندگی ایک دردناک المیہ (ٹریجیڈی) ہے جس میں خوشگوار تبدیلی صرف پردہ کے قبول کرنے سے ہی ہو سکتی ہے۔

---

[1] مقالہ اول۔

علاوہ ازیں جنسی تعلقات میں رکاوٹ پیدا ہونے سے جذباتی اضطراب زندگی کے دوسرے پہلوؤں میں ظاہر ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ تمام ادبی وفنی وعلمی کشمکش وترقی کے پیچھے وہ جذباتی اضطراب ہے جو جنسی ضبط نے زندگی کے ان پہلوؤں کی طرف منعطف کردیا۔ مکمل جنسی تسکین کی صورت انسان کی تمدنی قوتیں امکانی حالت میں رہتی ہیں۔ جنسی خواہشات کی قربانیاں تمدن کی تعمیر کی بنیاد ہیں۔ اگر کوئی تہذیب جنسی خواہشات کو پورا کرنے کی طرف مائل ہوجاتی ہے تو وہ تہذیب ان قوتوں کو آہستہ آہستہ ضائع کردیتی ہے جو تمدن کی بنیاد ہیں اور وہ تہذیب تنزل کی جانب مائل ہوجاتی ہے۔ لیکن مکمل جنسی رکاوٹ اگر انسانی تہذیب کے لئے اعلیٰ ترین حالات پیدا کرسکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ناممکن العمل ہوگی اور قاطع نسلِ انسانی بھی ہوگی اور انسانوں کے بغیر تمدن کوئی معنی نہیں رکھتا۔

تاریخِ انسانی میں جہاں کہیں کوئی قوم ترقی کی راہ پر گامزن نظر آتی ہے وہ قوم اسوقت جنسی پابندیاں وضع کررہی ہوتی ہے۔ سمیری، بابلی، یونانی، رومی اقوام نے اپنی تاریخ کے آغاز میں ایک مرد اور ایک عورت کی مستقل شادی کے قوانین جاری کئے۔ تاریخ سے ظاہر ہے کہ جہاں کبھی شادی اور وفاداری کا خیال غالب ہوا ہے عورت اور مرد کی برابری کے نظریے کو صدمہ پہنچا ہے اور عورتوں کے عصمت میں فخر کرنے سے انھیں وہ معاشرتی پابندیاں قبول کرنی پڑی ہیں جو ان کے عصمت پسند خاوندوں نے ان پر عائد کی ہیں۔ ان حالات میں قوموں کی ترقی شروع ہوتی ہے۔ لیکن بڑھتی ہوئی سلطنت اور امارت ہر قوم کے لئے پہلی جنسی پابندیاں ناقابلِ برداشت بنادیتی ہیں۔ اور ان پابندیوں کو چھوڑنے کا دور ہمیشہ قومی وقار کے انحطاط کے دور کا ہمعصر ہوتا ہے اگرچہ علمی تفتیش سیاسی حالات وعناصرِ قوت کے حصول کو بھی نظرانداز نہیں کرسکتی۔

جنسی وفاداری اور تنظیم کی تعلیم جو آنحضرتؐ نے عربوں کو دی ان فتوحات سے غیر متعلق نہ تھی جو آنحضرتؐ کے زمانہ میں اسلام کو ہوئیں۔ اسلامی نکاح اور جنسی پابندیوں

یں جو نسلیں پیدا ہوئیں اور تربیت پاتی رہیں وہ اطرافِ عالم میں فاتحانہ پھیل گئیں۔ انھوں نے عظیم الشان سلطنتیں اور دنیا کی متمول ترین تہذیب کو پیدا کیا۔ شجاعت و جرارت میں اسلامی عساکر اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔

ایک ہزار سال تک مسلمان دنیا کی تاریخ کے مالک رہے ہیں۔ باوجود محکومی و ادبا کے یورپ کے مصنفین آجکل بھی مسلمانوں کے بہادر ہونے اور موت سے خائف نہ ہونے کو تسلیم کرتے ہیں۔ شہداء کے یقینی موت کے متبسم مقابلہ کے پیچھے وہ جنسی پابندیاں ہوتی ہیں جو نکاح کی تقدیس اور پردہ کی وجہ سے اسلامی معاشرت میں رائج ہیں۔

یہ بالکل ممکن ہے کہ اگر ایک قوم پردہ کو قائم رکھے اور "عناصرِ قوت" پر قابو رکھے تو وہ دائمی طور پر اپنی تہذیب و سیاست کے وقار کو قائم رکھ سکے گی۔ یہ درست ہے کہ آج عناصرِ قوت پر ہمارا قابو نہیں ہے لیکن موجودہ حالات کی درست تشریح کے بعد جب ہم اصلی عناصرِ قوت کے حصول کی جانب توجہ مبذول کریں گے تو مستقبل اتنا تاریک معلوم نہ ہوگا جتنا کہ آج نظر آرہا ہے۔ بشرطیکہ درمیانی وقفہ میں ہم جنسی پابندیوں کو کمزور نہ کردیں۔ اور ان قوائے تہذیب و حیات کو زندہ رکھیں جو صرف منظم جنسی رکاوٹ کی حالت میں ظاہر ہو سکتے ہیں۔ ان حالات میں نکاح کی تقدیس کو قائم رکھنا اشد ضروری ہے اور جیسا کہ اوپر کے اعداد و شمار دلائل و براہین سے واضح ہے پردہ کی ترویج ایسی معاشرت پیدا کر دیتی ہے جس میں جنسی وفاداری نسلِ انسانی کا بقا اور جنسی رکاوٹ سب خوبیاں حاصل ہو سکتی ہیں اور ہم افراط و تفریط کے نقائص سے مصئون رہتے ہیں۔

پردہ کی حمایت سے یہ مراد نہیں کہ ہم عورتوں کی فلاح کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ پردہ میں عورتوں کی فلاح سہی لیکن ہمارے فرائض عورتوں کی جانب محض پردہ سے زیادہ وسیع ہیں سب عورتوں کے لئے بہتر تعلیم اور تحفظِ صحت کے سامان اور ضرورتمند خواتین کے لئے پردہ کے ساتھ ساتھ کام کاج کے مواقع بہم پہنچانا قومی فرض سمجھنا چاہیے۔

بعض حضرات نے دماغی عدم توازن کی وجہ سے پردے کو جہالت کا دوسرا نام سمجھ لیا ہے۔ پردہ چھوڑنا کوئی طلسم نہیں ہے جسے عمل میں لانے سے عورت فوراً عالم فاضل بن جاتی ہے۔ ہماری عورتیں اس لئے تعلیم یافتہ نہیں ہیں کیونکہ ہم نے پردے کے اندر ان کی تعلیم کا مناسب انتظام نہیں کیا۔

یورپ اور روس میں بھی چھوٹے لڑکے اور لڑکیوں کے سکول علیحدہ بننا شروع ہوگئے ہیں کیونکہ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ نہایت چھوٹی عمر میں لڑکے اور لڑکیاں جنسی تعلقات پیدا کر سکتے ہیں۔

میری سٹوپس ("سکس اینڈ دی ینگ" یعنی "جنس وطفولیت") اور دیگر مصنفین کے مشاہدوں سے واضح ہے کہ چھ اور دس سال کے درمیان کی عمر میں بھی لڑکیاں جنسی تجربہ رکھتی ہیں اور جنسی امراضِ قبیحہ میں مبتلا پائی جاتی ہیں۔

ڈاکٹر ایڈتھ ہکر ("لاز آف سکس" یعنی "قوانینِ جنسیت") بیان کرتی ہیں کہ "مہذب اور امیر گھرانوں کے سات آٹھ سال کے بچوں کے لئے بھی یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے کہ وہ اپنی عمر کے بچوں کے ساتھ ہمجولیوں کے سامنے جنسی تعلقات قائم کریں۔" وہ آگے بیان کرتی ہیں کہ امریکہ کے شہر بالٹیمور سٹی میں صرف ایک سال کے اندر بارہ سال سے کم عمر کی ایک ہزار سے زیادہ لڑکیاں عدالتوں میں جنسی مظلومیت کے مقدمات کے متعلق پیش ہوئیں۔

ظاہر ہے کہ مخلوط سوسائٹی مجبور سوسائٹی ہے۔ بچوں کی حفاظت چھوٹی عمر سے ہی کرنی چاہئے تاکہ ہماری نسلیں ہمیشہ ہمیشہ تک روحانی ودماغی ہیجان سے مضطرب رہیں اور ہماری تہذیب و وقار کو قائم رکھیں اور ہم ان قبائح سے محفوظ رہیں جن سے نسلی کمزوری جسمانی بیماری خاندانی غم اور معاشرتی ذلت ومنافقت کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ پردہ کی تکالیف کو بے پردہ سوسائٹی کی المناک حالت کے مقابلہ میں رکھکر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہئے کہ اس غیر تسلی بخش دنیا میں کونسی تکلیف زیادہ قابلِ قبول ہے۔

ہمیں چاہئے کہ لڑکیوں کے لئے علیحدہ مدرسوں طبی وصنعتی کالجوں کی توسیع میں پوری کوشش کریں اور پردہ کے اندر اعلیٰ اور پاکیزہ تعلیم کا بندوبست کریں۔ مشین کے استعمال سے مزدوروں کی بچت ہوتی ہے اس لئے تمام صنعتی ممالک میں لاکھوں مزدور بیکار رہتے ہیں۔ لہٰذا مناسب ہے کہ عورتوں کو مردوں کے برابر مزدور سمجھکر ہم بیکار اور غریب مزدوروں کی تعداد میں اضافہ نہ کریں بلکہ خاندانی زندگی کے قیام کی کوشش کریں۔

جو قوم اپنی عورتوں کو اعلیٰ مائیں اور بیویاں بنانے کی بجائے آزادی اور برابری کے الفاظ سے دھوکا کھاکر انھیں دوسرے درجہ کی نوکر یا کلرک بنادیتی ہے وہ قوم بہت دیر تک اپنی تہذیب وسیاست کے وقار اور اپنی آبادی کو قائم نہیں رکھ سکتی۔ جرمنی اور جاپان کے سیاستدانوں نے انہی حالات سے آگاہ ہوکر عورتوں کے لئے کارخانوں اور دیگر قسم کے کاموں کو ممنوع قرار دیا ہے۔ ہمارے لئے بھی مناسب یہی ہے کہ برابری و آزادی کے الفاظ کی سطحی جھلک سے خیرہ ہوکر اپنی قوم کو مصیبت اور گمراہی کی جانب نہ لے جائیں۔

شہروں میں پردہ دار عورتوں کے لئے معمولی صنعتوں مثلاً جراب سازی، بنیان سازی، صابون سازی وغیرہ کے کارخانے ہونے چاہئیں۔ اور عورتوں کے لئے خانہ داری اور صنعتی تعلیم کے لئے پردہ دار مدرسے ہونے چاہئیں۔ عورتوں کی صحت کے لئے مناسب کھلے مکان اور پردہ دار باغ نہایت ضروری ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ میونسپل کمیٹیاں اپنی آبادی کی ضروریات کو محسوس کرتے ہوئے پردہ دار باغ نہ بنا سکیں یا موجودہ باغوں کو پردہ دار بنا کر ہفتہ میں چند دن عورتوں کے لئے مخصوص نہ کر سکیں۔ ہر محلہ میں جہاں مسجدیں دو یا دو سے زیادہ ہوں ایک مسجد کو عورتوں کے لئے مخصوص کر دینا چاہیے تاکہ محلے کی عورتیں وہاں جمع ہو سکیں وہاں نماز بھی ادا کریں اور آپس میں جان پہچان میل جول سے معاشرتی تعلقات بھی بڑھائیں۔

نیز ہمیں اپنے دیہات اور شہروں میں پردہ کو زیادہ مانوس بنانے کی کوشش کرنی

چاہیے۔ فرضی حقارت یا انگشت نمائی کے خیال سے پردہ دار عورتوں کے ہمراہ بازاروں میں نکلنے سے شرمانا نہیں چاہیے۔ تاکہ ہمیشہ گاڑی یکے کی ضرورت کی وجہ سے پردہ ایک گراں تکلف نہ بن جائے۔ پردہ دار جلسے جہاں عورتیں مل کر اظہارِ رائے کرسکیں ضرور منعقد ہونے چاہئیں تاکہ عورتوں کی رائے بھی ہمارے مشوروں میں شامل ہوسکے۔

غرض اس طرح ناممکن نہیں کہ ہم اپنی موجودہ زندگی کی اخلاقی بلندی کو قائم رکھتے ہوئے عورتوں کو دوسری اقوام کی عورتوں سے کسی لحاظ سے پیچھے نہ پائیں اور ہماری عورتیں باقی دنیا کی عورتوں کے سامنے بہترین شہریت اور اخلاقی بلندی کے نمونے مہیا کرسکیں۔

تفسیر روح المعانی

طبع منیری مصری جدید کامل ۳۰ جلدیں ۔ علامہ سید محمود آلوسی حنفیؒ کی شہرۂ آفاق تفسیر جس کے متعلق صرف یہ کہدینا کافی ہے کہ مجموعی حیثیت سے اس مرتبہ کی کوئی تفسیر روئے زمین پر موجود نہیں۔ آپ کو مکتبہ برہان دہلی قرول باغ کی معرفت یہ عظیم الشان کتاب ملسکتی ہے قیمت ۲۷۵ محصول ریلوے خریدار کے ذمہ۔ فرمائش کے وقت ایک تہائی رقم کا پیشگی آنا ضروری ہے۔

علامہ ابنِ جوزی کی بلند پایہ کتاب

تلقیح فہوم اہل الاثر فی عیون التاریخ والسیر

اتنے بڑے محدث کی ایسی مفید کتاب بالکل ناپید تھی صرف ریاست ٹونک میں اس کا ایک نسخہ موجود تھا بڑی محنت کے بعد اسے زیور طبع سے آراستہ کیا گیا اور اس طرح یہ قابل قدر کتاب وجود میں آئی۔ سیرت و تاریخ میں یہ اپنے رنگ کی عجیب و غریب کتاب ہے جس کی خصوصیتوں کا اندازہ مطالعہ کے بعد ہی ہوسکتا ہے۔ کتاب مختصر بھی ہے اور جامع بھی اس میں بہت سی وہ باتیں ملجاتی ہیں جو سیرت و تاریخ کی بڑی بڑی ضخیم کتابوں میں یا تو ملتی ہی نہیں ملتی ہیں تو بڑی دشواری کے بعد۔ قیمت صرف پانچ روپے آٹھ آنے۔

مکتبہ برہان دہلی قرول باغ